نصاب تعلیم اور انتہاء پسندی

پروفیسر ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر

ایک بات جو امریکی سیاستدان اور دانشور تواتر سے کہ رہے ہیں وہ یہ کہ اسلامی ممالک میں نصاب کی تبدیلی ضروری ہے کیونکہ تعلیمی اداروں میں پڑھائے جانے والے نصاب دہشت گرد اور انتہا پسند پیدا کر رہے ہیں۔ صدر پرویز مشرف کے حالیہ دورۂ امریکا کے دوران امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے بڑی وضاحت سے اس موقف کو دہرایا کہ کسی بھی ملک سے انتہا پسندی کے عنصر کو ختم کرنے کیلئے تعلیمی اصلاحات بہت ضروری ہیں اور اس معاملہ میں پاکستان میں کافی کام ہورہا ہے۔ امریکی وزیر خارجہ کی یہ بات درست ہے کہ امریکا کے اشارے پر پاکستان میں یہ کام شروع ہو چکا ہے جبکہ مصر اور سعودی عرب میں یہ معاملہ کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ مصری حکومت نے امریکی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے اپنے تعلیمی نصاب میں سے وہ تمام غزوات خارج کر دیے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے کئے تھے۔ یہودیوں کی رسول اللہ ﷺ سے دشمنی پر جو معمولی واقعات نصاب میں پڑھائے جاتے تھے وہ بھی خارج کئے جا چکے ہیں۔ حد یہ ہے کہ ٹی وی کے مصری علماء تفسیر بیان کرتے ہوئے ان آیات کو چھوڑ دیتے ہیں جن میں یہودیوں کا ذکر ہے۔

اسلامی تاریخ کو بھی وہ اپنے انداز میں پڑھوانا چاہتے ہیں مثلاً مسلم دنیا میں مسئلہ فلسطین کو مذہبی، دینی کے بجائے عرب، یہود کے مابین سیاسی مسئلہ بنا کر پڑھایا جاتا ہے جس میں پاکستانی تعلیمی ادارے بھی شامل ہیں جبکہ امریکا میں بیس ہزار توراتی اسکول اس مسئلہ کو خالص دینی اور توراتی بنیاد پر پڑھا رہے ہیں۔

کسی بھی ملک کی تعلیمی ترقی کا اندازہ وہاں کے تعلیمی اداروں میں رائج نصاب سے لگایا جا سکتا ہے۔ نصاب سازی، نصاب پر نظر ثانی اور نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہمیشہ سے

چیئرمین شعبہ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی و مدیر سہ ماہی اخبار نما

ضروری خیال کیا گیا ہے جہاں یہ مشق (exercise) نہیں ہوتی وہاں تعلیمی معیار بھی نہیں ہوتا اس حوالہ سے دیکھا جائے تو نصاب میں ضرورت کے مطابق تبدیلی اور تعلیمی اصلاحات میں کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا لیکن یہ کام بیرونی طاقتوں کے اشارہ پر نہیں بلکہ اپنی سماجی ضروریات کے مطابق اپنے نظام اخلاقیات کے مطابق ہونا چاہئے

تعلیمی اصلاحات کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ تعلیمی میدان میں کچھ ایسے اقدامات کئے جائیں جن میں قومی اور ملی اہداف واضح اور منزل کا حصول آسان ہوجائے۔ نوجوان نسل کو فکری پراگندگی سے بچایا جاسکے اوران کی ایک واضح نصب العین کی طرف راہنمائی کی جاسکے۔

اب اگر ہم اپنے ملک میں تعلیمی اصلاحات کے ذریعہ (جو امریکی اشاروں پر کی جارہی ہے) امریکا اوراس کے اتحادی اسرائیل کواس کی منزل تک پہنچنے یا ان کواپنے قومی اہداف حاصل کرنے میں مدد دے رہے ہیں یہ تو ''اصلاح'' نہیں وہ ''فساد'' ہے جس کے بارے میں قرآن واضح طور پر کہتا ہے:

ترجمہ: ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ کروتو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار ہو یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن شعور نہیں'' (البقرۃ۔۱۱،۱۲)

اگر ہم نے امریکی مفادات کے مطابق اپنے یہاں تعلیمی اصلاحات کیں تو وہ امریکی نکتہ نظر سے ضرور ''اصلاح'' ہوگی لیکن پاکستانی حوالہ سے یہ وہ ''فساد'' ہوگا جس کا خمیازہ ملک وقوم کو بھگتنا پڑے گا۔

مغربی اور امریکی دانشور وسیاستدان اور مبصرین، مسلمانوں کے حوالہ سے غلط اندازے لگانے کے ماہر ہیں۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

۱۔ گیارہ ستمبر کے سانحہ کا الزام طالبان پر لگانا، جبکہ اس بارے میں متعدد رپورٹس آچکی ہیں، غلط امریکی سوچ تھی۔ پھران کا یہ اندازہ کارپٹ بمباری سے چند دنوں میں طالبان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہوگیا۔ وہ افغانستان جس نے دس برس میں روس کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا تھا، پانچ ہی سال میں امریکا کو شکست خورگی میں مبتلا کرچکا ہے اوراب صدر بش طالبان کو معاہدہ کرنے پر آمادہ کرتے نظر آرہے ہیں۔

۲۔ عراق پر وسیع ترتباہی کے ہتھیار رکھنے کے الزام میں حملہ کیا گیا اور دعویٰ کیا گیا کہ ایسا کرکے وہ دنیا کو امریکیوں کے لئے زیادہ محفوظ جگہ بنارہے ہیں۔ یہ اندازہ اور یہ دعویٰ بھی غلط ثابت ہوگیا دنیا آج جتنی غیر محفوظ امریکیوں کے لئے ہے، پہلے کبھی نہ تھی۔

۳۔ حالیہ جنگ لبنان میں امریکا اور اسرائیل کا اندازہ یہ تھا کہ اگر اسرائیل کو ایک ہفتہ کی جارحیت کی مہلت دی گئی تو وہ حزب اللہ کا صفایا کردے گا۔ ۳۳ دنوں کی جنگ کے بعد اسرائیل کی شکست نے اس اندازے کو بھی غلط ثابت کردیا۔ بالکل اسی طرح یہ سوچنا کہ تعلیمی اصلاحات کے نام پر نصاب میں تبدیلی کرکے مسلم دنیا سے انتہا پسندی کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے، محض ایک احمقانہ سوچ اور غلط اندازہ ہے۔ اصل بات یہ ہے، جسے امریکی اور مغربی دانشوروں کو سمجھنا چاہئے کہ انتہا پسندی اور عدم برداشت کا تعلق، نصاب سے نہیں بلکہ ظالمانہ نظام کے خلاف انسانی رویوں میں مضمر ہے۔ انسان (خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم) جب اردگرد ظلم ہوتے دیکھتا ہے تو اس کا ردعمل سامنے آتا ہے، خواہ اس نے دینی یونیورسٹی سے پڑھا ہو یا اوکسفورڈ یونیورسٹی سے۔ اپنی حیثیت اور صلاحیت کے مطابق وہ ظلم کے خلاف صف آراء ہوتا ہے۔ اگر شاعر ہے تو نظم لکھ کر، دانشور ہے تو تحریر یا تقریر کے ذریعہ، بے بس ہے تو رو دھو کر، طاقت ور ہے تو حملہ آور ہو کر، اپنے فطری ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔ ظلم اور جبر کے خلاف یہ محدود ردعمل ہر ذی شعور اور ذی روح کا فطری فعل ہے۔ اب اگر یہ ردعمل ''انتہا پسندی'' ہے تو اس انتہا پسندی کا تعلق کسی نصاب سے نہیں بلکہ ظالمانہ نظام سے ہے۔

جس ''انتہا پسندی'' کا اظہار کشمیری کررہے ہیں اس کا تعلق نصاب سے نہیں بلکہ اس ظالمانہ اقدام سے ہے جو ۱۹۴۷ء میں ریڈکلف کی سربراہی میں کام کرنے والے باؤنڈری کمیشن نے اٹھایا تھا، جس نے کھلی بددیانتی کرتے ہوئے گورداسپور کا علاقہ صرف اس لئے ہندوستان کو دیدیا تھا تاکہ کشمیر تک پہنچنے کا زمینی راستہ ہندوستان کو مل جائے۔ یہ وہ ظلم تھا جس کے ردعمل میں کشمیریوں میں جدوجہد آزادی نصف صدی سے زائد عرصہ سے جاری ہے۔ کشمیریوں کو بس لمحہ ان کا حق مل جائے گا، ان کی ساری انتہا پسندی ہوا ہوجائے گی۔۔ بغیر تعلیمی اصلاحات کے۔

فلسطینی نوجوانوں کی انتہا پسندی کا براہ راست تعلق اسرائیل کے وجود سے ہے، یہ فلسطینیوں کی سرزمین تھی جہاں برطانیہ اور امریکا نے ریاستی جبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''اسرائیل'' کی مملکت قائم کردی۔ جہاں قبضہ ہوتا ہے وہاں مزاحمت ہوتی ہے جہاں جبر ہوتا ہے وہاں ردعمل ہوتا ہے یہ مزاحمت اور ردعمل اگر انتہا پسندی ہے تو اسے ختم کرنے کا طریقہ نصاب میں تبدیلی نہیں بلکہ ظلم کا خاتمہ کرنے میں ہے۔

اقوام متحدہ (UNO) کا وجود بھی ایک ظلم ہے، جہاں Might is right کا قانون چلتا ہے۔ یہ جنگل کا قانون ہے، مہذب دنیا کے لئے نہیں ہے جہاں پانچ ممالک کو ویٹو پاور دیکر دنیا کے باقی ممالک کو ان کی غلامی میں دیدیا گیا ہے۔ جب تک ہر ملک کی حق خودمختاری کو مساویانہ سطح پر تسلیم نہیں کیا جائے گا، ''انتہا پسند'' پیدا ہوتے رہیں گے۔ لہٰذا امریکی وزیر خارجہ سمیت دیگر دانشوروں کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ انتہا پسندی کے خاتمے کیلئے، ظلم وجبر کا خاتمہ ضروری ہے لہٰذا تعلیمی اصلاحات کی فکر کرنے کے بجائے وہ ظلم کے خلاف اپنا کردار ادا کریں۔

تعلیمی اصلاحات اور نصاب سازی ہر غیور اور آزاد ملک کا داخلی معاملہ ہے، جسے وہیں کے ماہرین اور دانشوروں کی آراء کی روشنی میں اپنے سماجی اور اخلاقی اصولوں کے مطابق انجام دیا جاسکتا ہے۔

خواتین کے حقوق
اسلام اور عالمی قوانین کی روشنی میں
(تقابلی جائزہ)

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم

مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ